IQBAL REVIEW (66: 1)
(January – March 2025)
ISSN: P0021-0773
ISSN: e3006-9130

سائمن کمیشن کی تشکیل اور قائداعظم محمد علی جناح کا موقف

(ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ)

سید مبشر حسین شاہ،
سکالر اقبال اسٹڈیز
ساجدہ عزیز
ایس ڈی او، زنانہ، مانسہرہ

ABSTRACT

After establishing its rule over the Indian subcontinent, the British Crown formally began enacting laws. These laws were initially implemented for ten years. After each decade, new laws were introduced by amending the previous ones, considering the political, economic, and geographical conditions of the subcontinent. While the British government took into account the requests of the Indian population, it ultimately modified the laws as it deemed fit. After World War II, as global circumstances began to change, the British Crown had already implemented the Government of India Act of 1919. This act can be considered an experimental one. Contrary to the advice given jointly by Hindus and Muslims, the British introduced the system of Diarchy, a dual governance model. Both Hindus and Muslims had serious reservations about this system, and it was difficult for anyone to fully comprehend its implications. In light of the conditions during World War II, the

British government, under the chairmanship of Lord Simon, formed a commission. However, the composition of this commission was entirely British, meaning no Indian representative was included. This exclusion led to strong opposition from Muhammad Ali Jinnah and Congress. The report of this commission was eventually published by the Delhi Printing Press in 1930. The first volume of this report provided an in-depth analysis of the political, economic, and social conditions of India. Although the commission was primarily intended to review the existing act, its report turned out to be a significant document. However, Jinnah and Congress viewed it as an attempt to humiliate and degrade Indians.

Keywords: Government of India Act 1919, Indian subcontinent, Lord Simon, Muhammad Ali Jinnah, Indian National Congress, British Rule

تلخیص

تاج برطانیہ نے برصغیر پاک وہند پر اپنا قبضہ جمانے کے بعد باضابطہ قوانین کا اجراء شروع کر دیا۔ ان قوانین کو دس سال کے لیے نافذ کیا جاتا تھا۔ دس سال کے بعد برصغیر پاک وہند کے سیاسی، معاشی اور جغرافیائی حالات کو دیکھتے ہوئے قوانین میں ترمیم کر کے مزید قوانین نافذ کیے جاتے تھے۔ ان قوانین کو نافذ کرنے میں اہل ہند کی درخواستوں کو پیش نظر رکھا جاتا تھا تاہم تاج برطانیہ اپنے حساب سے ان قوانین میں ترمیم کرتی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد پوری دنیا میں حالات بدلنے لگے تو تاج برطانیہ اس وقت تک مجریہ ایکٹ ۱۹۱۹ء نافذ کر چکا تھا۔ اس ایکٹ کو تجرباتی ایکٹ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں پہلی دفعہ مسلمانوں اور ہندوؤں نے باہمی مشاورت سے تاج برطانیہ کو جو مشورے دیے تھے اس کے برعکس انہوں نے یہاں پر Diyarchy دو عملی نظام نافذ کر دیا۔ جس پر ہندو مسلمانوں دونوں کو بہت زیادہ تحفظات تھے۔ اس ایکٹ کی کسی کو بھی سمجھ نہیں آتی تھی۔ جنگ عظیم دوم کے حالات کے پیش نظر تاج برطانیہ نے لارڈ سائمن کی زیر صدارت ایک کمیشن تشکیل دیا جس کی تمام ترتیب گوری تھی۔ سادہ الفاظ میں اس میں کسی بھی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا۔ اس پر جناح اور اقبال کا اپنا اپنا موقف تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح اور کانگریس نے اس کی بھرپور مخالفت کی تاہم یہ رپورٹ ۱۹۳۰ء دہلی پرنٹنگ پریس میں چھپ کر منظر عام پر آئی، جس کی جلد اوّل میں ہندوستان کے تمام سیاسی، معاشی، معاشرتی حالات کا انتہائی گہرائی سے جائزہ لیا گیا۔ یہ کمیشن ایکٹ کا جائزہ لینے آیا تھا۔ بعد ازاں اس کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ یہ رپورٹ بہت زبردست رپورٹ تھی۔ جناح صاحب اور کانگریس کا موقف یہ تھا یہ ہندوستانیوں کو تحقیر یا ذلیل کرنے کی کوشش ہے۔

اہل ہند کے آزادی کے مسلسل مطالبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے برطانوی حکومت نے ہندوستانیوں کو آئینی اصلاحات دینے کے لیے ۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو ایک شاہی کمیشن کا تقرر کیا جس کا مقصد برصغیر کی تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کی آراء کو جاننا اور ان کے خیالات معلوم کرنا اور انہیں اکٹھا کر کے رپورٹ بنانا تھا تاکہ برطانوی پارلیمنٹ اس رپورٹ کی روشنی میں اہل ہند کے لیے آئینی اصلاحات کی منظوری دے سکے۔ اس کمیشن کی دستوری حیثیت (Statutory Commission) کی تھی اور یہ سائمن کمیشن (Simon Commission) کے نام سے معروف تھا۔ (۱)

اس کمیشن میں سات انگریز تھے، جو کہ برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران تھے۔ کوئی ہندوستانی ممبر اسمبلی شامل نہیں تھا۔ اس کے چیئرمین سر جان سائمن (Sir John Simmon) تھے۔ مذکورہ کمیشن

میں ہندوستانی ممبران کی عدم شمولیت پر ہندوستان کے طول و عرض میں اس کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ کمیشن کی ساخت کی بنیاد پر ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے کم و بیش اس کے مقاطعہ کا اعلان کیا۔ اس اعلان مقاطعہ کی بدولت مسلم لیگ دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک جناح لیگ اور دوسری سر شفیع لیگ۔ جناح لیگ مقاطعہ کے حق میں تھی جب کہ شفیع لیگ نے کمیشن کے ساتھ اپنے تعاون کا اعلان کر دیا۔ (۲)

پنجاب مسلم لیگ (شفیع لیگ)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قیام لیگ سے پہلے ہی پنجاب میں بعض مسلم رہنما، لاہور میں ایک سیاسی جماعت کی بنیاد رکھ چکے تھے اس کا نام بھی "مسلم لیگ" تھا۔ شیخ عمر بخش پلیڈر اس کے صدر، جب کہ فضل حسین سیکرٹری تھے۔ ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے اعلان کے بعد میاں محمد شفیع نے نواب وقار الملک کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے رابطہ کیا اور ان کی منظوری حاصل کرنے کے بعد مرکزی لیگ کی صوبائی شاخ لاہور میں نومبر ۱۹۰۷ میں قائم کی گئی۔ اس اجلاس کے اندر پنجاب کے تمام اضلاع کے قابل ذکر رہنما شریک ہوئے۔ میاں شہاب الدین کو پارٹی کا صدر جب کہ میاں محمد شفیع کو سیکرٹری کے طور پر منتخب کیا گیا۔ کچھ عرصہ تک پنجاب کی نئی اور پرانی دونوں لیگوں میں رقابت اور دوری چلتی رہی بالآخر مرکزی لیگ کی نئی صوبائی تنظیم کو ہی پنجاب کے مسلمانوں کے نمائندہ جماعت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ (۳)

اقبال انگلستان سے واپسی کے بعد ڈیڑھ سال تک پروفیسر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے اور بیرسٹر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے پروفیسری کو چھوڑ کر صرف بیرسٹری کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اُس زمانے میں بھی وہ عملی سیاست سے بالکل بے تعلق نہیں تھے۔ بلکہ اُن کا جو تعلق لندن میں مسلم لیگ سے پیدا ہوا تھا وہ بدستور باقی تھا۔ اس بات کو اُن کے ایک پرانے دوست مرزا جلال الدین بیرسٹر یوں تحریر کرتے ہیں۔

"تعلیم سے فارغ ہو کر جب وہ وطن واپس آئے تو صوبائی مسلم لیگ کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ اس لیگ کے صدر مولوی شاہ دین مرحوم تھے سر محمد شفیع سیکرٹری تھے اور میں اسسٹنٹ سیکرٹری، اقبال آئے تو قدرتی طور پر لیگ کی جاذبیت نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ اس میں شریک ہو گئے۔"

لیگ میں ان کی یہ شرکت اس سیاسی عقیدہ کی بناء پر تھی کہ

''مسلمان کسی دوسری سیاسی جماعت میں مدغم ہو کر اپنی ملی حیثیت کو کھو دینے کی بجائے اپنی سیاسی تنظیم کے لیے خود کوشش کریں'' (۴)

کمیشن کے ممبران ۳ فروری ۱۹۲۸ء کو بمبئی پہنچے۔ ان کی آمد پر، پروگرام کے مطابق، سیاسی جماعتوں نے اس کا مقاطعہ کیا اور جگہ جگہ اس کے خلاف ''سائمن واپس جاؤ'' (Simon go back) کے نعرے لگائے۔ اس کے علاوہ کئی مقامات پر ہڑتال اور مظاہرے بھی ہوئے۔ ان تمام کارروائیوں میں اہل ہند کو توقع سے زیادہ کامیابی ملی اور مقاطعہ کا منصوبہ بڑی حد تک کامیاب ہوا۔ حکومت نے جلسوں اور جلوسوں کو ناکام بنانے کے لیے، مظاہرین کے خلاف تشدد کا استعمال کیا اور ان پر لاٹھیاں برسائیں۔ سائمن کمیشن نے اہل ہند کی بے چینی اور اضطراب کو دیکھتے ہوئے حکومت ہند کو مشورہ دیا کہ اس کمیشن میں ہندوستانیوں کو شامل کیا جائے تاکہ اہل ہند کا اضطراب کم ہو سکے لیکن انڈین لیجسلیٹو اسمبلی نے اس تجویز پر توجہ نہ دی۔ کمیشن کے مقاطعہ سے پیدا ہونے والے حالات و واقعات کی اطلاعات بدستور برطانیہ کے ارباب اختیار تک پہنچ رہی تھیں۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے لارڈ برکن ہیڈ نے فروری ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن کو خط کے ذریعے مشورہ دیا کہ کمیشن ان لوگوں سے رابطہ رکھے جو مقاطعہ کے حق میں نہیں ان میں مسلم لیگ کا شفیع گروپ اور نچلی اقوام کے ہندو شامل تھے۔ نیز برکن ہیڈ نے اس خط میں یہ بھی تاکید کی تھی کہ کمیشن غیر جانب دار افراد سے ملے ان کی آراء کو سنے پھر اپنی رپورٹ مرتب کرے۔ (۵)

نافذ العمل اصلاحات کا جائزہ لینے کے لیے کمیشن جہاں بھی گیا اس سے عدم تعاون کیا گیا۔ اس کے خلاف لاہور ریلوے سٹیشن پر بہت بڑا اجتماع ہوا، جو کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ وہ میدان جہان سے اس ریلوے لائن کا آغاز ہوتا ہے، ایک شکستہ دیوار پر بیٹھ کر صاحب تصنیف محمد سعید لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اسٹیشن کی ڈیوڑھی کے نزدیک پولیس اور ہجوم آپس میں متصادم تھے، لاٹھیاں چل رہی تھیں، نعرے لگ رہے تھے۔ ان مظاہرین کی قیادت لالہ راج پت رائے کر رہے تھے۔ (۶)

قائداعظم محمد علی جناح سائمن کمیشن کی مخالفت میں سب سے نمایاں تھے۔ آپ نے ابتداء ہی میں ہندوستان کی سیاست میں ایک بہادر سیاستدان کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوا لیا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں جب انھوں نے لارڈ منٹو (گورنر جنرل اور مرکزی لیجسلیٹو کونسل کے صدر) کے ساتھ جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے ساتھ انگریزوں کے رویہ پر ایک گرما گرم مکالمہ کیا تو ایک اخبار ''اثنا عشری'' نے ان کو

"جنگجو ممبر" قرار دیا۔ اس طرح بمبئی کے گورنر لارڈ ولنگڈن کی الوداعی پارٹی میں بھی قائداعظم نے جس جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا، ہندوستانی تاریخ میں "وہ جناح میموریل ہال" کی صورت میں یاد رہے گا۔ اس طرح سائمن کمیشن کے معاملے پر بھی قائداعظم نے اپنی سابقہ روایت کی طرح انگریزوں کو "ہندوستان دشمن" اور ہندوستانیوں کے ساتھ تحقیر اور حقارت کے سلوک کی سخت مذمت کی۔ (۷)

جب اس وفد کی تشکیل اور اس کے کام کا اعلان ہوا تو اہل ہندوستان نے اس اعلان کو بطور احتجاج سنا۔ سیاست دانوں نے اس کی تشکیل پر رائے زنی کی اور منفی رائے کا اظہار کیا۔ اس مجوزہ کمیشن کی مخالفت قائداعظم محمد علی جناح نے بھی کی لیکن ان کی مخالفت کا رنگ کچھ اور تھا۔ انھوں نے اس مقصد کے لیے دستوری تائید اور حمایت کرنے کی خاطر سیاسی جماعتوں اور سیاسی رہنماؤں سے مشاورت کی۔ اس ضمن میں اپنا ہمنوا بنانے کی خاطر ملاقاتیں کی اور ۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو بمبئی میں ایک میٹنگ کا اہتمام کیا۔ اس میٹنگ کی صدارت سر ڈنشا پیٹٹ نے کی۔ اس میٹنگ میں قائداعظم نے درج ذیل قرارداد منظوری کے لیے پیش کی۔ (۸)

قائداعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

بمبئی کے شہریوں کا یہ اجلاس پرزور طور پر اس امر کا اعلان جو کہ قانونی کمیشن بنانے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے اور جس کا اعلان کیا جا چکا ہے وہ ہندوستان کے لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اس میں سنگین طور پر ایک بار پھر ہندوستان کے لوگوں کے حقوق کو پس پشت ڈالا گیا ہے اور ان کے اس حق سے چشم پوشی کی گئی ہے کہ ان کے لیے مستقبل کے بنائے جانے والے آئین میں انھیں کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ اس اجلاس میں مزید یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کیوں کہ مذکورہ تصریح اور حالات کے تحت ہندوستان کے لوگوں کو اس کمیشن سے کسی بھی طرح کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ (۹)

اپنے مذکورہ بیان اور قرار کی وضاحت میں قائداعظم نے ۳ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ایک اور بیان دیا:

"ہمارے اس بیان سے جو لوگ کوئی غلط مطلب اخذ کرنا چاہتے ہیں تو میں انھیں تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کا غلط رویہ روانہ رکھیں اور اگر انھوں نے یہ روش جاری رکھی تو یقیناً انھیں مایوس ہو گئی جیسے کہ انھیں اس امر کا ماضی میں بھی تجربہ ہو چکا ہے۔ میں ہندوؤں سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں کسی طرح کا فیصلہ یا بیان دینے میں احتیاط کیا کریں"۔ (۱۰)

قائداعظم کے موقف کی تائید

1926ء میں برطانوی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ وہ اس شاہی کمیشن ہندوستان بھیجیں گی جو مختلف سیاسی عناصر سے تبادلہ خیال اور حالات کے مطالبہ اور مشاہدہ کے بعد سفارشات پیش کرے گی۔ ان

آئینی اصلاحات کی آنے والی قسط کے خدوخال کیا ہوں گے۔ علامہ اقبال نے اپنی انتخابی مہم کے دوران جو تقاریر کیں، ان میں کہا کہ انتخابات لڑنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ رائل کمیشن کے سامنے مسلمانوں کا نقطہ نظر خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔ جب کمیشن کے تقرر کا وقت نزدیک تھا تو یکم نومبر ۲۹۱۷ء کو برطانیہ کے ممتاز روزنامہ ”دی ٹائمز“ نے لکھا یہ بات تصور بھی نہیں کی جا سکتی کہ اس کمیشن میں ہندوستانی نمائندوں کی شمولیت نہ ہو۔ اس سے قبل کانگریس کے قائدین خود لندن گئے تھے اور انھوں نے وزیراعظم برطانیہ کو زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ گاندھی جی کو ضرور شامل کریں۔ ۸ نومبر ۲۹۱۷ء کو برطانوی حکومت نے سر جان سائمن کی قیادت میں ایک سات رکنی کمیشن کی تشکیل کا اعلان کیا تو برصغیر کے لوگ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ ساتوں برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین ہیں۔ برصغیر کے رہنماؤں کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ جس پر احتجاج ہوا اور بعض سیاسی جماعتوں نے فیصلہ کیا کہ کمیشن کا نہ صرف ”بائیکاٹ“ کیا جائے بلکہ جب وہ ہندوستان آئے تو اس کے خلاف مظاہرے کئے جائیں۔ [۱۱]

آئینی کمیشن، جس کو عام طور پر اس کے سربراہ سر جان سائمن کے نام کے سبب سائمن کمیشن کہا جاتا ہے، لارڈ برنہم، لارڈ اسٹریتھ کونا اور ماؤنٹ رائل، ایڈورڈ کیڈوگن، اسٹیفن والش، رچارڈ لین فاکس اور سی آر ایٹلی پر مشتمل تھا۔ بعد ازاں والش مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ ورنان ہارٹ شارن کا نام شامل کیا گیا۔ کمیشن نے فروری مارچ ۸۲۹۱ء، پھر اکتوبر ۸۲۹۱ء اور اپریل ۹۲۹۱ء میں دورہ ہندوستان کیا“۔ [۱۲]

جناح میموریل ہال۔۔۔ عظمت جناح

دنیا میں جتنی بھی مہذب اقوال اور تمام مذاہب باصلاحیت لوگوں کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں، اور اس میں جھجھک بھی محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے ہاں عوام الناس کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ کانگریس ہندوؤں کی جماعت تھی، اور ہندو کسی کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے کانگریس کے اندر رہتے ہوئے، ملک کے لیے جو خدمات سرانجام دیں، ان کے اعتراف میں کانگریس نے بمبئی میں جناح ہال تعمیر کرایا۔ اس کا افتتاح ۱۹۲۱ میں مسز سروجنی نائیڈو نے کیا۔ اس ہال میں جو سنگ بنیاد نصب کیا گیا، اس پر کچھ یوں تحریر ہے:

> ۱۹۱۸ میں مسٹر جناح نے جو باوقار شاندار خدمات مادر وطن کے لیے سرانجام دیں، ان کی یاد میں یہ ہال تعمیر کیا گیا ہے۔

اس ہال کی تعمیر میں جن ممتاز شخصیات نے حصہ لیا، ان میں فضل شاہ، حمید صاحب، ڈاکٹر صادق، نواب رشید علی خان، شیخ محمد حسین، رحیم بخش، علم دین، چراغ علی اور اے بی اکرم شامل ہیں۔ [۱۳]

سروجنی نائیڈو شاعرہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ہم عصر لوگوں کی صلاحیتوں پر بھی بہت گہری نظر رکھتی تھی۔ انہیں جناح سے بے پناہ عقیدت تھی۔ ثقافتی اعتبار سے مسلمانوں کی ثقافت کو پسند کرتی تھیں۔ میلان سیاست میں مہاتما گاندھی ان کی پسندیدہ شخصیت تھیں۔ بحیثیت خطابت بہادر یار جنگ کو بہترین مقرر مانتی تھیں۔ جب کہ وہ بذات خود شعلہ بیان مقرر تھیں۔ (۱۴)

قائداعظم نے سائمن کمیشن میں کسی بھی ہندوستانی کو شامل نہ کرنے پر حکومت برطانیہ پر سخت تنقید کی۔ اس ضمن میں انھوں نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے سے سائمن کمیشن بارے یوں اظہار خیال کیا:

> رائل کمیشن کے متعلق میں نے وائسرائے کا اعلان پڑھا ہے۔ میرے لئے تو ایسے کمیشن کا تصور ہی شاق ہے جو ہندوستان کے آئندہ آئین اور ۳۵ کروڑ ہندوستانیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لیے مقرر ہو اور اس میں ایک بھی ہندوستانی شامل نہ ہو۔ (۱۵)

اس بیان میں قائداعظم نے تمام جماعتوں سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ:

> وہ فوراً ایک جگہ جمع ہوں اور اس بات کا فیصلہ کریں کہ انھیں اس کے متعلق کیا کارروائی کرنی ہے۔ (۱۶)

۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو سائمن کمیشن کے تقرر کے خلاف بمبئی میں سرڈنشا کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے سائمن کمیشن کے خلاف ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا کہ "اہلیان بمبئی کا یہ جلسہ سائمن کمیشن کے تقرر کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے۔ اہل ہند اس کمیشن کو ہرگز قبول نہیں کرسکتے جس میں ملک کے آئندہ آئین کی ترتیب و تشکیل میں ہندوستانی عوام کی شرکت و مساوی نیابت کے حق کو پامال کر دیا گیا ہے۔ یہ اجلاس اس امر کا بھی اعلان کرتا ہے کہ بحالات موجودہ ہندوستان کے لوگ اس کمیشن کی سفارشات کو قبول کرنے کے پابند نہ ہوں گے۔ (۱۷)

لاہور میں اردو صحافت کا آغاز روزنامہ کوہ نور سے ہوا اور ۱۸۵۱ میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اسے منشی سنگھ رائے نے جاری کیا تھا۔ یہ اخبار اردو صحافت کی تاریخ میں اپنے علمی مضامین اور تحریروں کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے بعد دریائے نور، لاہور گزٹ، سرکاری اخبار، پنجابی رسالہ، رسالہ انجمن پنجاب اور اخبار عالم جاری ہوئے لیکن جدید صحافت کا آغاز پیسہ اخبار سے ہوا، جو ۱۸۸۷ میں منشی محبوب عالم نے شروع کیا تھا۔ لاہور کی 'پیسہ اخبار سٹریٹ' (انارکلی) اسی اخبار کے نام پر ہے۔ (۱۸)

۱۸۵۷ سے پہلے بھی اخبارات و رسائل چھپتے تھے، جیسے جہان نما، سید الاخبار، محب ہند وغیر ہم، تاہم عوام الناس کی پہنچ سے بہت دور تھے۔ ۱۸۵۷ کے بعد کے اخبارات جیسے، اطالیق، افسر، اود اخبار، تہذیب الاخبار، علی گڑھ میگزین، یہ اخبارات کافی حد تک عوام الناس تک رسائی تھی۔ یہی حال بیسویں

صدی کے ادبی رسائل کو دیکھا جائے تو الہلال، ہفت روز، اردو سہ ماہی رسالہ، مدیر مولوی عبد الحق یہ رسائل عوام کی پہنچ میں تھے اور مقبول بھی تھے۔ اب نئے پاکستانی رسائل جیسے ماہ نو، قومی زبان کراچی، استقلال، زبیر، شعبان، یہ عوام الناس کی پہنچ میں بھی ہیں۔ [۱۹]

۱۹۰۳ میں زمیندار کا آغاز ہوا، یہ ہفت روزہ تھا، اور مولانا ظفر علی خان کی زیر ادارت روزنامہ بن گیا تھا۔ اس میں مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کی جاتی تھی۔ اس میں پہلے کانگریس بعد از مسلم لیگ کی حمایت کی تھی۔ اور اخبار نویسی میں نئے رجحانات پیدا کیے۔ دیگر مسلم اخبارات میں انقلاب، احسان، شہباز، اور نوائے وقت بہت نمایاں تھے۔ ہندو تعلیمی میدان میں آگے تھے۔ ہندو پریس میں پرتاب، ملاپ، اور ٹریبون جو کہ انگریزی میں تھا، اس کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ معیار کے لحاظ سے اپنی شناخت رکھتا تھا۔ [۲۰]

عصر حاضر میں وفاق، تجارت، جرات، آفتاب، سیاست، پاکستان، خبریں، اوصاف، اساس، اور ایکسپریس قابل ذکر ہیں۔ تاہم روزنامہ اور نوائے وقت اب بھی صف اول کے اخبارات سمجھے جاتے ہیں۔ انگریزی اخبارات میں ڈان، دا نیشن، دا نیوز، دی پوسٹ، ایکسپریس ٹریبون اور پاکستان ٹوڈے وغیرہ بہت اہم ہیں۔ [۲۱]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سائمن کمیشن کے خلاف ہونے والی طویل ہڑتال کا یہ پہلا جلسہ تھا۔ قائد اعظم نے سائمن کمیشن اور اس میں ہندوستانیوں کی عدم شمولیت کے ضمن میں حکومت برطانیہ کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ ۳۰ جنوری ۱۹۲۸ء کو پونا میں مسٹر بھوپت کار کی صدارت میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قائد اعظم نے سائمن کمیشن کو "لارڈ برکن ہیڈ کا ساختہ پرداختہ" قرار دیا۔ [۲۲] قائد اعظم نے سائمن کمشن کے تقرر کو ہندوستانیوں کی روحوں کو ہلاک کرنے کی کوشش قرار دیا۔

اور یہاں تک کہا۔ جلیانوالہ باغ میں انگریزوں نے ہمارے ہم وطنوں کو ختم کر کے ہمارے اجسام کو نیست و نابود کیا تھا، لیکن شاہی کمشن کے تقرر سے ہماری روحوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ [۲۳]

یکم جنوری ۱۹۲۸ء کو کلکتہ کے شرھانند پارک میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے مختلف مجالس قانون ساز کے ممبران سے اپیل کی کہ وہ سائمن کمیشن سے تعاون کے لیے کمیٹیوں کو مرتب کریں۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ اگر مجلس قانون ساز کا کوئی رکن اس طرح کی کمیٹی کا ممبر بنے گا تو" اس کو

سارے ملک کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور آئندہ انتخابات کے موقع پر ملک اس کو ٹھوکر مار کر نکال دے گا"۔ ایک اور جلسے میں تقریر کے دوران قائداعظم نے سائمن کمیشن کے تقرر کو "حکومت کی ایک اور رجعت پسندانہ چال" قرار دیتے ہوئے ہندوستانیوں سے اپیل میں کہا کہ وہ اس کمیشن کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ (۲۴)

اس ضمن میں قائداعظم نے پنجاب صوبائی کانگریس کمیٹی کے توسط سے پنجاب کے عوام سے ایک تار کے ذریعے اپیل کی کہ "وہ اس نازک موقع پر متحد ہو جائیں اور جیسا کہ اعلان کیا گیا ہے، کمیشن سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ انھوں نے کہا ہندوستان کو حکومت میں حصہ دار بنانے سے انکار کیا گیا ہے، مجھے پورا یقین ہے کہ ہندوستان سے غداری کرنے میں کسی قوم کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ (۲۵)

یہ بات دلچسپ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے لارڈ برکن ہیڈ کے متذکرہ بالا بیان پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے "ہندوستان ریویو" میں Lard Birken head's latest declaration on India کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ اس مضمون میں قائداعظم نے لارڈ برکن ہیڈ کے بیان کے ایک نکتے پر بحث کی اور سیکرٹری آف سٹیٹ کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ "سیکرٹری آف سٹیٹ ہماری خواہشات جاننے کے لیے بے تاب ہیں تو ہم یہ کہہ دیں کہ ہم انڈیا آفس بند کرنے اور سیکرٹری آف سٹیٹ کے عہدے کو ختم کرنے کے خواہش مند ہیں۔"(۲٦)

سائمن کمیشن کے تقرر سے پہلے ہی برصغیر میں سیاسی بے چینی حد سے زیادہ بڑھ چکی تھی۔ ۹۲۹۱ء میں اس بے چینی کا اظہار بہت سی شکلوں میں ظاہر ہوا۔ جس کی وجہ سے پبلک سیفٹی ایکٹ کی خلاف ورزی کی گئی اس کے علاوہ بدیشی کپڑوں اور مسکرات سے لاتعلقی کی گئی۔ برطانوی حکومت کو عارضی قوانین کا سہارا لینا پڑا۔ جن کے تحت مولانا ظفر علی خان گرفتار ہوئے۔ اس زمانے میں ہندوستان کی سیاسی فضاء اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ وائسرائے ہند کو انگلستان جانا پڑا اور وہاں پر سیاسی مسائل پر مشاورت کرنی پڑی۔ واسرائے ہند اور لارڈ ارون نے ۱۳اکتوبر ۹۲۹۱ء کو حکومت خود مختاری کے معاملے میں ایک اعلان جاری کیا تاکہ سیاسی بے چینی کا خاتمہ ہو سکے۔ اس اعلان کا مرکزی جملہ یہ تھا کہ "مجھے ملک معظم کی حکومت کی طرف سے یہ اعلان کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ میں صاف طور پر واضح کر دوں کہ ۱۹۱۷ء کے اعلان میں یہ بات مضمر ہے کہ ہندوستان کی دستوری ترقی کا فطری منطہا قلمروی مرتبہ کی حکومت ہے"۔ اس سلسلے میں پیش رفت کے لیے وائسرائے ہند نے ۳۲دسمبر ۹۲۹۱ء کو لکھنو کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ سیاسی لیڈروں سے بات چیت کے بعد آئینی

اصلاحات پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ کانفرنس کا انعقاد ۲۳ دسمبر کو ہوا، اس میں مسٹر جناح اور گاندھی جی کے علاوہ دیگر نمائندگان نے بھی شرکت کی۔ مگر گاندھی جی اور دیگر کانگریسی زعمانے اس کانفرنس میں سب سے پہلے سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کا مطالبہ پیش کر دیا۔ لہٰذا یہ کانفرنس کوئی سیاسی تصفیہ ہونے کے بغیر ہی ختم ہو گئی۔ [۲۷]

محمد علی جناح کا موقف

کلکتہ رخصتی سے پہلے مسٹر جناح نے بیان دیا کہ:

''جلیانوالہ باغ میں انگریزوں نے ہمارے ہم وطنوں کو قتل کر کے ظاہری اجسام کو نیست ونابود کیا تھا لیکن شاہی کمیشن کے تقرر سے ہماری روحوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''[۲۸]

لندن میں رائٹر کے نامہ نگار نے مسٹر محمد علی جناح سے ملاقات کی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ کمیشن نے کوئی رعایت نہ کی اور نہ ہی وہ مساوات کا درجہ قائم کر سکتی ہے۔ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کی فکر اس اعلان سے ختم نہیں ہوئی۔ [۲۹]

۳ فروری ۱۹۲۸ء کو سائمن کمیشن بمبئی پہنچا جس کا استقبال سیاہ جھنڈیوں اور ''سائمن واپس جاؤ'' کے نعروں سے ہوا اور اسے ہر جگہ ''سائمن واپس جاؤ'' کے نعروں کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض مقامات پر پولیس اور مظاہرین میں تصادم ہوا۔ اس موقع پر شدید زخمی ہونیوالے لوگوں میں جواہر لعل نہرو بھی شامل تھے۔ لاہور میں کمیشن کی آمد پر سیاہ جھنڈیوں سے استقبال ہوا اور اس کے خلاف ایک جلوس لالہ راجپت رائے کی قیادت میں نکلا جس پر پولیس نے لاٹھی چارج کی، لالہ راجپت رائے زخمی ہوئے اور چند دن بعد وفات پا گئے۔ [۳۰]

سائمن کمیشن کی برصغیر میں آمد کے باعث سے سیاسی خلفشار بڑھ گیا دہشت پسندانہ سرگرمیاں انگریزوں کے خلاف زور وشور سے شروع ہو گئیں۔ سیاسی کشیدگی کے اس ماحول میں مسلمان بھی لپیٹ میں آ گئے۔ لاہور میں لالہ راجپت رائے کے جلوس پر پولیس لاٹھی چارج سے وہ زخمی ہو کر انتقال کر گئے۔ اس کا بدلہ اس طرح لیا گیا کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کو سکاٹ مغالطے کی بدولت ایس پی مسٹر سائنڈرس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ۸ اپریل ۱۹۲۹ء کو مرکزی اسمبلی پر بم پھینکا گیا۔ دسمبر ۱۹۲۹ء میں اس وقت وائسرائے کی خصوصی ٹرین کو بم کا نشانہ بنایا گیا۔ اس طرح ریاست مالیر کوٹلہ کے نزدیک سرکاری خزانہ لوٹا گیا۔ [۳۱]

۱۶ فروری ۱۹۲۷ء کو کمیشن کا مسئلہ ہندوستان کی مرکزی قانون ساز مجلس میں زیر بحث آیا۔ کانگریس پارٹی کے رکن لالہ راجپت رائے نے ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کے جواب میں مسٹر جناح نے اسمبلی میں ایک زوردار تقریر میں کہا:

> ہم جس اصول پر لڑ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم ہندوستانی نمائندوں کے لیے (انگریز ارکان) کے مساوی اختیارات چاہتے ہیں۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ اس ایوان میں کوئی نہایت گھٹیا درجے کی ذہانت والا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ اسکیم کے تحت ہمیں یہ ضروری چیزیں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ بات بتانے کا فائدہ کیا ہے کہ سر جان سائمن نے His Excellency وائسرائے کو خط لکھا ہے جس میں ضابطہ کار تحریر کیا۔ اس چیز کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا سر جان سائمن اور ارکان کمیشن کو یہ اختیار ہے کہ وہ ہندوستانی نمائندوں کو وہی مرتبہ اور وہی اختیارات دیں جو پارلیمنٹ کی طرف سے ارکان کے ناموں کی سفارش پر ملک معظم نے انھیں دیئے تھے؟[۳۲]

اس سے کچھ عرصہ قبل بمبئی میں تمام سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں کا ایک اجتماع ہوا اور انھوں نے اپنے منشور کی صورت میں یہ فیصلہ شائع کیا، جس میں یہ طے پایا اور اس کمیشن کی تشکیل میں بنیادی اصول یہ رکھا گیا ہے کہ اہل ہندوستان کا اس میں کسی قسم کا عمل دخل نہ ہو۔ ہندوستان کے خوددار عوام اس صورت حال کو گوارا نہیں کر سکتے۔ منشور میں یہ بھی کہا گیا کہ جب تک کمیشن قائم نہ کیا جائے جس کے اراکین کو برابری کی سطح پر تشکیل پانے والے انگریز اراکین کے ساتھ گفت و شنید کے اختیارات حاصل نہ ہوں، اس وقت تک ہم موجودہ صورت میں تشکیل پانے والے کمیشن کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے۔ یہ منشور جس پر تمام جماعتوں کے رہنماؤں کے دستخط تھے، مسٹر جناح نے اسمبلی میں پیش

سائمن کمیشن کی عوامی مخالفت:

سائمن کمیشن کے اراکین جہاں بھی گئے، ان کا استقبال سیاہ جھنڈیوں اور مخالفانہ مظاہروں کے ذریعے ہوا۔ بعض مقامات پر تو مخالفانہ مظاہروں کے لیے دلچسپ طریقے اختیار کئے گئے مثلاً جب کمیشن کے ارکان لکھنو پہنچے تو انگریزوں کے حواریوں نے انھیں استقبالیہ دیا تو ساتھ ہی مکان سے پتنگ اڑا کر اس جگہ پر گراتے گئے، ان پتنگوں پر کاغذوں کی پرچیاں لگائی گئی تھیں جن پر لکھا تھا "سائمن گو بیک"۔ اس طرح ہوا میں "سائمن گو بیک" کے الفاظ سے مزین غبارے اڑائے گئے۔ سیاہ جھنڈیوں سے استقبال ہوا تاہم ان کے ہمراہ انگریز حکومت کے ساتھ تعاون کرنے والے سرکار پرست لوگ بھی

موجود تھے جن کی نمایاں حیثیت نہیں تھی لیکن انگریز حکومت اندرون و بیرون ملک خوب نام اچھالتی تاکہ پروپیگنڈہ کیا جاسکے کہ اہل ہندوستان کمیشن کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔[۳۴]

آئینی کمیشن، جس کو عام طور پر اس کے سربراہ سر جان سائمن کے نام کے سبب سائمن کمیشن کہا جاتا ہے، لارڈ برنہم، لارڈ اسٹریتھ کونا اور مائونٹ رائل، ایڈورڈ کیڈوگن، اسٹیفن والش، رچارڈ لین فاکس اور سی آر ایٹلی پر مشتمل تھا۔ بعد ازاں والش مستعفی ہوگئے اور ان کی جگہ ورنان ہارٹ شارن کا نام شامل کیا گیا۔ کمیشن نے فروری مارچ ۱۹۲۸ء، پھر اکتوبر ۱۹۲۸ء اور اپریل ۱۹۲۹ء میں ہندوستان کا دورہ کیا۔"[۳۵]

سائمن کمیشن کے سلسلے میں جمعیت علماء ہند کے معاملے میں یہ بات بہت زیادہ اہم ہے کہ اس نے اپنے اغراض و مقاصد کے لیے ۱۹۲۶ء میں مکمل خود مختاری کی قرارداد پاس کی تھی اور ۱۹۲۷ء میں جمعیت کانگریس کے ساتھ بھی متحد نہیں تھی اور اس نے اپنے سالانہ اجلاس ۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن کے کی قرارداد پاس کی۔ ملکی وقار کی خاطر دیگر سیاسی جماعتوں اور خلافت کمیٹی بھی اس بات کا فیصلہ کر چکی تھی۔ دوسری جانب مسلم لیگ جناح گروپ اور کانگریس بھی آزادی کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے آمادہ ہوگئے۔ کانگریس نے گوہاٹی کے اجلاس منعقد دسمبر ۱۹۲۶ء کو مرکزی عاملہ کو ہدایت کی کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات کو دور کرنے کے لیے مسلمان رہنماؤں کی مشاورت اور اُن کے لئے کوئی قابل عمل راستہ نکالے اور اپنی رپورٹ مرتب کر کے ۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء تک آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سامنے پیش کرے۔ کانگریس کی مجلس عاملہ ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو مسلم تجاویز کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوگئی۔ اس کے بعد کانگریس کے اکتوبر ۱۹۲۷ء ہندو مسلم اتحاد کے لئے ایک فارمولا بنایا اور ایک طویل قرارداد کے ذریعے درج ذیل ریزولیوشن پاس کیا:

(۱) ہندوستان میں کسی قوم کو دوسری قوم پر اپنے مذہبی عقائد وغیرہ ٹھونسنے نہ چاہئیں۔

(۲) بلکہ اخلاق کے مد نظر ہر شخص کو مذہب اور عقائد کی مکمل آزادی ملنی چاہئے۔

(۳) ہندوؤں کے کسی خاص تہوار یا جلوس پر مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی پوری آزادی ہونی چاہئے۔ لیکن مسجدوں کے سامنے خاص طور پر کھڑے ہو کر مظاہرے کرنا، نہایت قابل اعتراض ہے۔ کیوں کہ اس طرح مسلمانوں کو خواہ مخواہ مشتعل کرنے کا ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے۔

(۴) مسلمانوں کو اپنے تہواروں اور گاؤکشی کرنے کی کھلی چھٹی ہے۔ مگر شارع عام اور کسی مندر کے سامنے دیدہ دانستہ ایسا کرنا خواہ مخواہ لڑائی مول لینے کے مترادف ہے۔ گائے کو ذبح کرنے سے

پیشتر جلوس کی شکل میں مظاہرے کرتے ہوئے انہیں لے جانا۔ چوں کہ گائے ہندوؤں کے لیے قابل پرستش ہے — اس لیے مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس طرح گاؤ کشی کریں کہ گاؤں کے ہندوؤں کے جذبات مشتعل نہ ہوں"۔

نیز اس کے علاوہ اس کانفرنس میں ہندو مسلم فسادات کی مذمت کی گئی اور دونوں برادریوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ امن و امان کو برقرار رکھیں۔ (۳۶)

سائمن کمیشن رپورٹ کے مطابق ہندو مسلم فرقہ وارانہ فسادات کی اصل وجہ

ہندوؤں اور مسلمانوں میں خیالات اور عقائد کے متضاد خطوط اس قدر گہرے ہیں کہ جن کی وجہ سے ہندو اور مسلمان اپنے مخصوص طرز رہائش، لباس اور غذا وغیرہ میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظر آتے ہیں۔ (۳۷)

سائمن کمیشن نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ اول جس میں ہندوستان کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے، کچھ اس طرح سے لکھا ہے کہ مسلمان برصغیر میں بلحاظ آبادی اقلیت ہیں تاہم مسلمان ہر ریاست اور صوبے کا حصہ ہیں اور ان کا ایک جگہ اکٹھا نہ ہونا صورتحال کو پیچیدہ کر دیتا ہے۔ کچھ صوبوں اور ریاستوں میں مسلمانوں کی تعداد اتنی کم ہے کہ انہیں یکسر نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ تاہم کچھ جگہوں پر تعداد کم نہیں لیکن اکثریت بھی نہیں۔ عددی حقائق کی بنا پر آئینی پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں، مسلمانوں اور ہندوؤں کی عبادات، باہمی تعلقات کو مزید غیر مستحکم کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی گائے سے عقیدت جب کہ مسلمانوں کا عید الاضحی کے موقع پر گائے کو ذبح کرنا اور دوسری جانب ہندوؤں کا مساجد کے قریب بتوں کا جلوس یا ناچ گانا کرنا تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ ہندوؤں کا کیلنڈر شمسی جب کہ مسلمانوں کا قمری بنیادوں پر قائم ہے۔ قمری کیلنڈر سال کے ایام میں گردش کرتا رہتا ہے لہٰذا کوئی تہوار کسی بھی موسم میں آ سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ مسلمانوں کا سوگ کا مہینہ محرم، ہندوؤں کے کسی خوشی کے موقع پر آ جائے جس سے آپس میں اخلافات بڑھنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ پولیس انتظامیہ کی مستقل نگرانی اور دونوں اطراف کے رہنمائوں کی کوششوں کے باوجود زندگی بسر کرنے کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکی۔ فرقہ ورانہ تعصب ہمیشہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس سے کشمکش بڑھتی گئی۔ (۳۸)

سائمن کمیشن رپورٹ کے مطابق یہ انتہائی افسوسناک حقیقت ہے کہ اصلاحات سے لے کر اب تک، ہندو مسلم کشمکش میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۷ء پانچ برسوں میں تقریباً ۲۵۰ سے ۳۰۰ انسانی زندگیاں تلف ہوئیں۔ جبکہ مذہبی فسادات کے باعث تقریباً ۲۵۰۰ لوگ زخمی ہوئے۔ جب لارڈ

ارون پہلی دفعہ ہندوستان آیا تو اس نے دونوں اطراف کے ہندو مسلم حکمرانوں سے پر زور دے کر درخواست کی کہ اس وہ مخاصمت کو روکنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ہندوستانی قانون کے خیر خواہوں کو وائسرائے نے کہا کہ ہندو اور مسلم حکمرانوں کو اپنے اپنے حلقوں میں اس مذہبی منافرت کو ختم کرنے کی کاوش کرنی چاہیئے۔ یہ ایک عظیم قربانی ہوگی اور ہمیشہ رواداری کی فضا کو پروان چڑھانا چاہیئے دونوں اطراف کے لیڈروں کی مخلصانہ کوششوں سے پروپیگنڈہ ختم ہو جائے گا اور امن کی راہ ہموار ہوگی۔ گزشتہ صدیوں میں مسلم اور ہندو دونوں نے ہندوستان کی بہتری کے لئے کام کیا۔ جو بھی ان دو طبقات کا ذمہ دار ہے، اس کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ جو تعلیم یافتہ اور نوجوان ہیں، اثر ورسوخ رکھتے ہیں، ان سب کو بھی چاہیئے کہ نفرت کے جذبات، تشدد کی مکمل مذمت کریں۔ قومی مفاد کی خاطر اس مذہبی منافرت کو کم کرنا چاہیئے جو ملک کو ایک بیماری کی طرح ختم کر رہی ہے۔ کئی مواقعوں پر ہندو مسلم منافرت کی وجہ بنیاد پرست مذہبی رہنماؤں کی جذبات بھڑکانے والی تقاریر ہوتی ہیں جن سے افواہیں جنم لیتی ہیں اور کہیں ایک دو قتل ہو جاتے ہیں جس سے فرقہ واریت جنم لیتی ہے۔

بمبئی فسادات انکوائری رپورٹ اگست میں شائع ہوئی جب سے اس کی تاریخ کا تعین ہوا تقریباً ۲۰ فسادات سامنے آئے۔ بمبئی کے دو فسادات جن میں اموات کا تناسب ۲۰۰ افراد کا ہے۔ یہ اہم بات ہے کہ جہاں ہندوؤں مسلمانوں کے درمیان جو تناؤ ہے وہ عام طور پر وہاں پر اس حد تک نہیں پایا گیا جس طرح کلکتہ میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔

کمیشن کی سفارشات:

سائمن کمیشن نے ہندوستان کی سیاسی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی حالات وواقعات کا بہ نظر غائر جائزہ لینے کے بعد اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ دوم میں مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کیں۔

سائمن کمیشن نے بنگال سے متعلق کہا کہ تقسیم بنگال کا نتیجہ انتہائی بھیانک رہا ہے۔ آئندہ آنے والی حکمت عملی کو یہ بات ناگزیر بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس لئے اس سے متعلق فیصلہ سے قبل اس بات کو مد نظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ اس خطہ کے عوام کی طرف سے رد عمل کو اس حد تک بھیانک نہ ہونے دیا جائے کہ ان کے غم وغصہ کے نتیجہ میں آگ بھڑک اٹھے۔

اس بارے میں کمیشن نے لکھا کہ پنجاب سے سے متعلق جو کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اس میں دو اسمبلی کی بجائے ایک اسمبلی رکھی جائے تاہم اس بات بارے یہ خدشات ظاہر کیے گئے کہ اس سے اسمبلی برطانوی حکومت کے خصوصی اختیارات متاثر ہوں گے۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ موجودہ خیبر پختون خواہ کے بارے میں سائمن کمیشن نے لکھا کہ اس خطہ کے جغرافیائی اور نسلی حقائق قدرے مختلف ہیں جس کی بناپر کمیشن نے تحفظات کا اظہار کیا کہ ان حقائق کو ماضی میں مد نظر نہیں رکھا گیالہٰذا کمیشن نے اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت محسوس کی۔

کمیشن نے بلوچستان کی خصوصی جغرافیائی اور نسلی خصوصیات کی جانب خصوصی توجہ دی کمیشن کی سفارشات کے مطابق صوبہ بلوچستان کی آئینی اصلاحات باقی صوبوں کی طرز پر ممکن نہیں لہٰذا ان عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے آئینی اصلاحات ضروری ہیں۔

کمیشن نے سندھ کی طرف بھی خصوصی توجہ دی کیونکہ سندھ کے عوام نسلی اور جغرافیائی مکمل طور پر بمبئی (موجودہ ممبئی) کے دیگر علاقہ جات سے مکمل طور پر جداگانہ ہیں اور ان ہی حقائق کی بنیاد پر سندھ کے عوام نے علیحدہ صوبہ کی تشکیل پر اصرار کیا۔ کمیشن نے رپورٹ میں لکھا کہ ''سندھ کے عوام کے اس مطالبہ کے ساتھ ہماری عظیم ہمدردی ہے'' تاہم کمیشن نے اس خدشہ کا بھی اظہار کیا کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرنا ان کے لئے کافی دشوار ہے اس لئے کہ اس پر شدید رد عمل کا خدشہ ہے۔

آئینی سفارشات کا مطالعہ:

سائمن کمیشن رپورٹ کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آج تک تاریخ میں جو حقائق بیان کئے گئے ان میں کسی میں بھی اصل سائمن کمیشن رپورٹ سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اس لئے وہ حقائق اتنے معنی خیز نہیں تھے۔ سائمن کمیشن رپورٹ کی بدولت پہلی دفعہ پتہ چلا کہ تاج برطانیہ نے ہندوستان کی تقسیم کس فارمولے کے تحت کی تھی اور کس فارمولے کے تحت وہ اصلاحات کا نفاذ کرتا تھا۔ اس سے جو آپس میں آج تک تمام صوبہ جات کی بدمزگیاں ہیں سائمن کمیشن رپورٹ کی بدولت وہ بالکل واضح ہو چکی ہیں۔ سائمن کمیشن رپورٹ اس لحاظ سے بھی انفرادی حیثیت رکھتی ہے کہ اسے تاج برطانیہ نے خود مرتب کیا تھا اور خود ہی اب تمام حقائق کا پہلی دفعہ اعتراف کیا تھا۔

کمیشن نے اپنی مرتب کردہ رپورٹ کے حصہ دوم میں مندرجہ ذیل آئینی سفارشات پیش کیں:

۱۔ سائمن کمیشن نے ہندوستان کے آئینی ڈھانچے کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی سفارش کی۔

۲۔ آئین کو وفاقی طرز پر بنانے کی تجویز دی۔

۳۔ صوبوں کو آئین بنانے سمیت مکمل اختیارات دینے کی حمایت کی۔

۴۔ صوبوں میں گورنر کو مکمل بااختیار بننے اور اندرونی سیکورٹی اور انتظامی اختیارات تجویز کیے تاکہ صوبوں کے مختلف فرقوں کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔

۵۔ صوبائی قانون ساز کونسل کے ممبران کی تعداد بڑھائی جائے۔
۶۔ گورنر جنرل کے پاس کابینہ کے ممبران کی تعیناتی کا مکمل اختیار ہونا چاہئے۔
۷۔ ہندوستان کی حکومت کے پاس ہائی کورٹ کا مکمل اختیار ہو۔
۸۔ کمیشن نے صوبوں اور وفاق میں دہری حکومت کا معیار ختم کرنے کی سفارش کی۔
۹۔ برما کو برطانیہ ہندوستان سے علیحدہ کیا جائے اور اسے اپنا آئین بنانے کا اختیار ہو۔

سائمن کمیشن کے دورے:

سائمن کمیشن نے ۱۴ اپریل تک ہندوستان میں اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ وائسرائے ہند لارڈ ارون اس مقصد کی خاطر انگلستان گئے کہ ملک معظم کی حکومت سے تبادلہ خیال کریں اور مختلف خیال لیڈروں کے خیالات اور نقطہ نظر کو بیان کریں۔ وہ اس مشن کی انجام دہی کر کے ۲۵ اپریل کو واپس آئے اور ۳۱ اکتوبر کو ایک بہت طویل اعلان شائع کیا جس میں آئندہ آئینی ترقی کا ذکر تھا اور یہ بیان بھی دیا کہ دستوری کمیشن کی رپورٹ کو پارلیمنٹ کی متفقہ کمیٹی کے روبرو پیش کرنے سے پہلے ایک کانفرنس بلائی جائے جس میں ملک معظم کی حکومت کے نمائندے ریاستوں کے نمائندوں سے تبادلہ خیال کریں تاکہ آخری تجاویز کے لیے زیادہ سے زیادہ ذرائع ڈھونڈے جائیں جن کو پارلیمنٹ میں پیش کیا جا سکے۔ آخر میں ملک معظم کی اس خواہش کا اظہار تھا کہ ہندوستان کو نو آبادیات میں ان طریقوں سے ہی مناسب جگہ حاصل کر سکے گی جو کہ ۱۹۱۹ء میں پارلیمنٹ نے واضح کیے تھے اور یہ کہ مجھے ملک معظم کی حکومت کی طرف سے یہ بات صاف طور پر بیان کرنے کے اختیارات ملنے چاہئیں کہ ہندوستان کی دستوری ترقی کا قدرتی نتیجہ حصول درجہ نو آبادیات ہے۔

مسلمانوں سے متعلق سائمن کمیشن کے سامنے جتنی بھی رپورٹس پیش کی گئیں ان سب میں فرقہ وارانہ انتخابات کی حمایت کی گئی اور ۱۹۳۰ء میں لارڈ ارون نے حکومت ہند کی طرف سے جو مراسلہ وزیر ہند کو بھیجا اس میں اس بات کو بالکل واضح کر دیا تھا کہ یہ رعایت وجداگانہ انتخاب جو اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہے انکی مرضی کے خلاف نہ واپس لی جا سکتی ہے اور نہ لینی چاہئے۔

۲۴ نومبر ۱۹۲۷ء کو برطانوی پارلیمنٹ میں کمیشن کے تقرر کی تجویز دیتے ہوئے لارڈ برکن ہیڈ نے ہندوستانی رہنماؤں کے اس بیان کا جواب دیا۔ انھوں نے کہا اس کمیشن کی حیثیت "جیوری" کی طرح ہے جس کے اراکین نہایت ہوشمند اور مدبر ہیں اور ان کے ذہن ہر قسم کے تعصب سے پاک ہیں۔ مزید انھوں نے کہا کہ ہندوستانیوں میں سے کسی ایسے ممبر کا انتخاب، جو صحیح معنوں میں حق نمائندگی کا حامل

ہو، بہت مشکل کام ہے۔ بالفاظ دیگر انھوں نے طنزیہ انداز میں کہا کہ ہندوستانیوں میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ مل بیٹھ سکیں اور اپنے مسائل کو حل کر سکیں۔ قائداعظم نے لارڈ برکن ہیڈ کے ان جملوں کا بڑا مفصل اور مدلل جواب دیا جس کا اقتباس بالالفاظ قائداعظم کچھ یوں ہے۔

"اگر وزیر ہند برطانوی عوام اور برطانوی پارلیمنٹ کو باور کرا چکے ہیں کہ ہندوستان مختلف اقوام کا ایک عجائب گھر ہے جن کے مفاد مختلف ہیں اور جو آپس میں دست و گریبان ہیں تو پھر ہندوستان کے لیے ذمہ دارانہ حکومت کا سوال باقی نہیں رہا۔ ایسی صورت میں برطانوی کابینہ کے ذریعے ایک کمیشن کے تقرر کا کھیل رچانے کی ضرورت کیا تھی۔"

مارچ ۱۹۲۷ء میں مسلم جماعتوں نے آئینی اصلاحات کے سلسلے میں جو تجاویز پیش کی تھیں، ان تجاویز پر کانگریس اور دیگر سیاسی جماعتوں سے گفت و شنید اور مسلم تجاویز کے لیے سب کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ مسلم لیگ شفیع گروپ ان کارروائیوں سے دور رہا۔ اس گروپ نے لاہور میں اپنا علیحدہ اجلاس کیا تھا جس میں جداگانہ انتخابات کے اصول پر زور دیا گیا مگر مسلم سیاسی جماعتیں نے اول الزکر کی تائید میں تھیں۔

سائمن کمیشن رپورٹ کی اشاعت پر جناح کا ردعمل

سائمن کمیشن کی آمد پر ملک کی اکثر سیاسی پارٹیوں نے عدم تعاون کیا تھا جب کہ دوسری جانب برطانیہ میں سیاسی تبدیلی رونما ہو گئی۔ یعنی یہ کہ ۱۹۲۹ء میں لیبر پارٹی برسراقتدار آ گئی جب کہ مئی ۱۹۳۰ء میں سائمن کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ ہندوستانیوں کو اس رپورٹ سے اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا۔ نئی حکومت عوام میں ہندوستانیوں اور اپنے درمیان کسی سیاسی سمجھوتہ کی متلاشی تھی۔ چنانچہ برطانوی حکومت نے رپورٹ کا اعلان کر دیا۔

سائمن کمیشن رپورٹ کا جواب ہندوستانی سیاسی جماعتوں نے مختلف طریقوں سے دیا۔ کانگریس نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ ۵ دسمبر ۱۹۲۹ء کو لاہور، میں منعقد ہوا تھا مجلس عاملہ کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ جب اور جس وقت چاہیں، "سول نافرمانی" کی تحریک شروع کر دیں۔ مارچ ۱۹۳۰ء سائمن رپورٹ کی اشاعت کے بعد اپریل میں یہ مہم گاندھی کی زیر قیادت شروع کر دی گئی۔ مظاہروں اور تشدد کا سلسلہ جاری رہا۔ کانگریس کی مجلس عاملہ کو خلاف قانون جماعت قرار دیا گیا اور جواہر لال کو نہرو گرفتار کر لیا گیا۔ مسلمانوں نے گاندھی کی مہم کی پر زور الفاظ میں مذمت کی اور محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسہ منعقدہ ۵ اپریل ۱۹۳۰ء بمقام بمبئی بڑی صاف گوئی سے کہا کہ جس طرح سے مسلمان

انگریزوں کے غلبے کے خلاف ہیں، اس طرح ہندو بھی اسی قدر خلاف ہیں "ہم مہاتما گاندھی جی کے ساتھ ہونے سے انکار کرتے ہیں، کیوں کہ ان کی تحریک ہندوستان کی مکمل آزادی کے لئے نہیں ہے بلکہ سات کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کو ہندو مہاسبھا کے ماتحت بنانے کے لئے ہے۔"

سائمن رپورٹ پر بطور خاص مسلمانوں نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا کیوں کہ معلوم تھا اس رپورٹ کی سفارشات حتمی نہیں ہیں اور معاملات بارے حتمی فیصلہ گول میز کانفرنس میں ہو گا۔ وہ اپنے ان مطالبات اور منشور پر سختی سے ڈٹے رہے جو مسلم کانفرنس کی قرارداد منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء میں شامل تھے۔

شملہ میں ۱۰ جولائی ۱۹۳۰ء سائمن رپورٹ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی اجلاس منعقد کیا گیا، اس موقع پر مسٹر جناح نے کہا کہ حکومت سائمن کمیشن رپورٹ سے متعلق اسمبلی کی رائے جاننا چاہتی ہے تو اسے ایک علیحدہ قرارداد پیش کرنی چاہئے تھی۔ آپ نے حکومت سے پوچھا کہ اس نے رپورٹ پر غور کرنے کے لئے کوئی نتیجہ اخذ کیا ہے؟ کیا وائسرائے نے یہ بات نہیں کی کہ سائمن رپورٹ آخری فیصلہ نہیں ہے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس قرارداد پر پر بحث کریں یہ نہایت بے موقع کارروائی جو حکومت کے بنچوں کی طرف سے شروع کی گئی ہے، آخر اس کا مطلب کیا ہے؟

تخفیف کی تحریک پیش کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ سائمن رپورٹ ناکافی اور اطمینان بخش نہیں ہے۔ اسمبلی کی طرف سے اس کا جواب ہو سکتا تھا کہ اس تحریک بارے اپنی رائے کا اظہار کیا جائے۔ کیا حکومت کو اس رپورٹ کے اطمینان بخش ہونے کا یقین ہے؟ کیا حکومت کو یقین ہے کہ رپورٹ تسلی بخش ہے، پھر ہاؤس کا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جس حد تک منتخب اراکین کا تعلق ہے، ان کی رائے یہی ہو گی سائمن رپورٹ قابل قبول نہیں ہے۔ غالب حکومتی بنچوں پر بعض زیرک اراکین یہ چاہتے ہیں کہ ہاؤس میں اس معاملہ پر فرقہ وارانہ بحث چھڑ جائے مگر ہم یہاں کسی ایسے تنازعہ کو نہیں شروع کریں گے۔

محمد علی جناح نے کہا لندن کانفرنس سے متعلق ممکن ہے وہ کامیاب نہ ہو اور ہماری امیدیں پوری نہ ہوں لیکن اس دلیل کو رد نہیں کر سکتا کہ اگر میں نے اپنے مقصد کے لئے جس کے منصفانہ اور صحیح ہونے کا مجھے یقین ہے، جنگ نہ کی تو اپنے فرض کی کوتاہی کا مرتکب ہوں گا۔ میں اپنا مسئلہ کانفرنس میں پیش کر کے ایک فیصلہ کن رائے کو راہ ہموار کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے اس میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو حالات کے مطابق راستہ کا انتخاب کروں گا اور اگر میں کامیاب ہو گیا تو اپنی قوم کی بہترین خدمت انجام دے سکوں گا۔ میرے خیال میں مجھے کانفرنس میں ضرور شمولیت کرنی چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی

حکومت کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ انصاف کے تقاضوں کے پیش نظر کانفرنس کے لئے ہندوستان کے صحیح نمائندوں کا انتخاب کرے۔

تاج برطانیہ باضابطہ طور پر نظام حکومت لے کر ہندوستان آئے تھے، وہ ہر دس سال کے بعد اس نظام میں وقت کے لحاظ سے ترامیم کرتے تھے۔ دس سال کے عرصہ کو انہوں نے ۱۹۱۹ کے ایکٹ میں سمویا تھا۔ اہل ہندوستان نے متفقہ طور پر اپنی معروضات تاج برطانیہ کے سامنے رکھی تھیں، تاہم ان معروضات کو پس پشت ڈال کر ۱۹۱۹ کے ایکٹ کو دو عملی نظام کی صورت میں پیش کر دیا۔ اس کو ایک تجرباتی ایکٹ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں طاقت کا توازن بگڑ گیا تھا۔ اس ایکٹ کی خامیوں کو دور کرنے کے لیے تاج برطانیہ نے ایک کمیشن تشکیل دیا جو قبل از وقت ۱۹۲۷ میں آ گیا تھا۔ لارڈ سائمن سمیت تمام گورے اس میں شامل تھے۔ اس میں کسی بھی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ کانگریس سمیت تمام سیاسی جماعتوں نے اس کا مقاطعہ کیا تھا۔ شفیع لیگ نے جو کہ مسلم لیگ پنجاب کی ایک شاخ تھی، اس کمیشن کے ساتھ تعاون کا راستہ اختیار کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس بنیاد پر اس کی مخالفت کی تھی کہ ہندوستانیوں کی روح کو کچل دینے کے مترادف ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوا جب دو جلدوں میں ۱۹۳۰ میں یہ رپورٹ چھپ کر سامنے آئی۔ یہ کمیشن صرف جائزہ لینے کے لیے متعین ہوا تھا۔ قائداعظم نے ہندوستان کے تمام معروضی حالات کو بھانپتے ہوئے اس کی مخالفت کی تھی۔ جناح کا موقف اپنی جگہ درست تھا۔ مختصر یہ کہ قائداعظم کا موقف اور اہل ہندوستان کی بڑی جماعتوں کا موقف ایک تھا۔ جناح کی کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی وقت ہندو مسلمان مل جل کر ایک قابل عمل راستہ نکال سکیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تاج برطانیہ پر اپنی اہمیت اور دباو کو بڑھا سکیں۔

***

حوالہ جات و حواشی

(۱) ایچ بی خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علما کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، مرکز فضیلت، ۲۰۱۷، ص، ۲۸٦۔

(۲) ایضاً، ص، ۲۸٦۔

(۳) ایضاً، ص،۲۸۶۔

(۴) محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، اقبال اکادمی پاکستان، گلبرگ لاہور، ۱۹۷۷، ص ۵۰

(۵) محمد علی چراغ، تاریخ پاکستان، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵، ص ۳۲۳-۳۲۴

(۶) زاہد حسین انجم، قائداعظم انسائیکلوپیڈیا، مقبول اکیڈمی، شاہراہ قائداعظم لاہور، ۱۹۹۱، ص ۲۲۷

(۷) محمد علی چراغ، تاریخ پاکستان، ص ۳۲۳-۳۲۴

(۸) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، سرگذشت اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷، ص ۲۲۷-۲۲۸

(۹) اشتیاق حسین قریشی، جدوجہد پاکستان، کراچی یونیورسٹی، کراچی، ۱۹۹۰، ص ۷۸

(۱۰) ظہور احمد چوہدری، پنجاب میں برادریوں کی سیاست ۱۹۴۷-۲۰۰۲، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، مرکز فضیلت، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۳، ص ۲۸۴

(۱۱) ایضاً، ص ۲۸۵

(۱۲) ایچ بی خان، برصغیر پاک و ہند میں علما کا کردار، ص ۳۰۱

(۱۳) احمد سعید، گفتار قائداعظم، قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، مرکز فضیلت، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد طبع اول ۱۹۷۶، ص ۵۶

(۱۴) محمد جہانگیر عالم، تاریخ پاکستان، کیپری بک اسٹال، امین پورہ بازار، لائل پور، اگست ۱۹۹۷، ص ۱۱۲

(۱۵) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر روشن آرا راؤ، تاریخ تحریک پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۲، ص ۱۸۴

(۱۶) کرم حیدری، ملت کا پاسبان، قائداعظم اکادمی، ۱۹۸۱ طبع اول، ص ۱۲۶

(۱۷) ایضاً، ص ۱۲۶

(۱۸) ایضاً، ص ۱۲۷

(۱۹) اشتیاق حسین قریشی، جدوجہد پاکستان، ص ۷۸-۷۹

(۲۰) ایچ بی خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علما کا کردار، ص، ۲۸۷-۲۸۸

(۲۱) ایضاً، ص، ۱۶۰

(22) Indian Satutary Commissoin Vol I, Culcatta, Government of India, Central Publicatication Branch, 1930, 26-27

(23) Ibid, p. 26-27

(24) Ibid, p. 28

(25) Ibid, p.28

(26) Ibid, p.28

(27) Ibid, p.26-27

(28) Ibid, p. 26-27

(۲۹) ایچ بی خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علما کا کردار، ص، ۲۹۱

(۳۰) محمد امین زبیری، سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، ۳۰۳ ایمرس روڈ لاہور، ستمبر ۱۹۹۱، ص ۲۰۹-

(۳۱) پروفیسر محمد خلیل اللہ، تحریک پاکستان، مکتبہ اختر، ۳۴ بہادر آباد کراچی نمبر ۵، پاکستان، ۱۹٦۷، ص ۱۹۱-۱۹۲

(۳۲) محمد رفیق افضل، گفتار اقبال، لاہور، ادارہ تحقیقات، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹٦۹، ص ۱۰۸

(۳۳) ایضاً، ص ۱۰٦-۱۰۷

(۳۴) ایضاً، ص ۱۰۸

(۳۵) ایضاً، ص ۱۰۸

(۳٦) ایضاً، ص ۱۰۸

(۳۷) ایضاً، ص ۱۰٦-۱۰۷

(38) Indian Satutary Commissoin Vol I, Culcatta, Government of India, Central Publicatication Branch, 1930, 25